پروفیسر محمد اسلم

ملفوظات شاہ رکن الدین شطاری

کی تاریخی اہمیت

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور (پٹنہ) میں "ملفوظ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت عین الدین عبد الباری المشتہر بہ شاہ رکن الدین احمد شطاری" کے عنوان سے ایک نادر مخطوطہ محفوظ ہے[1] جس میں صاحب ملفوظات کے سوانح حیات اور تعلیمات کے علاوہ عہد سلطنت اور مغلیہ دور کے بعض ایسے واقعات بھی آگئے ہیں جو عام تاریخوں میں نہیں ملتے۔[2] اس لیے تاریخ دانوں کے نزدیک اس مخطوطے کی بڑی اہمیت ہے۔

صاحب ملفوظات حضرت عین الدین عبد الباری المعروف بہ شاہ رکن الدینؒ شاہ جہان اور اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں شطاری سلسلے کے ایک نامور شیخ گزرے ہیں۔ ان کے والد بزرگوار حضرت معین الدین اور جدِ امجد حضرت قطب الدین کا شمار بھی مغلیہ عہد کے نامور مشائخ میں ہوتا۔ صاحب ملفوظات کے پردادا حضرت ابوالفتح شطاری برعظیم پاک و ہند میں شطاری سلسلے کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت معین الدین کے گیارہ بیٹے تھے اور شاہ رکن الدین ان میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت بہار کے مشہور شہر حاجی پور میں ہوئی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انھوں نے اپنے چچا شاہ محی الدین کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی نگرانی میں سلوک کی منازل طے کرنے لگے

---

[1] فارسی تصوف، مخطوطہ نمبر ۱۰۳۰۔ مخطوطے پر ورقوں کے نمبر لگانے کی بجائے صفحوں کے نمبر لگائے گئے ہیں۔

[2] ایضاً، ص ۸۱۔ از ہمہ کمتر فقیر است۔

ملفوظات کے ایک اندراج سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انھوں نے تیس برس اپنے مرشد کی صحبت میں گزارے تھے۔

شاہ محی الدین ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء میں راہیٔ ملک بقا ہوئے۔ "جان پاکش داد در توحید رب" سے ان کی تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے[۳۳]۔ ان کی وفات کے بعد شاہ رکن الدین مسند نشین ہوئے۔

حاجی پور کا تعلیمی ماحول

جس زمانے میں شاہ رکن الدین حاجی پور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، ان دنوں وہاں ملا شادابی اور ملا آدابی نام کے دو بھائی رہتے تھے اور دونوں شاعر تھے۔ ایک دن کسی مجلس میں شادابی نے پھولوں کا ایک گلدستہ دیکھ کر کہا:

همدرد ما کسی است که داغیست بر جگر

آدابی نے اس پر فوراً گرہ لگائی:

با ما دریں دیار همیں لاله آشنا است[۳۴]

شاہ کریم الدین بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور وہ پٹنہ میں رہتے تھے۔ انھیں شاہ محی الدین کے ساتھ بڑی عقیدت تھی۔ ان کی طبع موزوں تھی اور وہ کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ شاہ کریم الدین مرزا مراد قندھاری سے بڑی محبت کرتے تھے اور بلا تکلف مرزا کے ہاں آنے جانے تھے۔ ایک دن جب شاہ کریم الدین اس کے ہاں گئے تو اس وقت مرزا اور اس کا بھائی نواب نوازش خاں انگور کی بیل کے نیچے غالیچہ بچھائے بیٹھے تھے۔ غالیچہ ذرا چھوٹا تھا۔ اس لیے انھوں نے شاہ کریم الدین سے کہا کہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیے۔ موصوف گھاس پر بیٹھ گئے۔ نوازش نے انھیں مخاطب ہو کر کہا:

امروز در سایۂ انگور نشستیم

---

[۳۳] فارسی تصوف، مخطوطہ نمبر ۱۰۳۰۱۔ ص ۵۵۔
[۳۴] ایضاً ص ۸۴

مرزا مراد نے اس پر یہ گرہ لگائی ۔

فارغ شدہ گوشہ چو فغفور نشستیم

انھوں نے شاہ کریم الدین سے بھی کچھ کہنے کی فرمائش کی ۔ اس پر انھوں نے یہ شعر پڑھا :

بودیم شہ فقیر در ایوان قناعت

بیروں شدہ از خانہ چو مزدور نشستیم

نوازش خاں کو یہ شعر پسند آیا اور اس نے شاہ صاحب پر بڑی مہربانی کی[۵]

شاہ رکن الدین کا علمی ذوق

ملفوظات کے مندرجات دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ رکن الدین کافی پڑھے لکھے بزرگ تھے اور فتوح الغیب ، مکاتیب قطب الدین ، شطاری ، کنز ، معدن الاسرار سید الاستغفار ، رسائل نقشبندیاں ، شرح فتوح الغیب ، جوالاسما ، شرح گلشن راز ، سراج الہدایہ[۶] شرح وقایہ ، تفسیر جلالین ، شرح جام جہاں نما ، ارشاد الطالبین ، رسالہ شطاریہ ، مثنوی شاہ نعمت اللہ ، مانت القدرت ، مجموعہ اوراد شاہ محی الدین ، منطق الطیر ، مکتوبات گیسو دراز ، رسالہ در احوال ہمایوں ، مکتوبات شاہ نور قطب عالم ، از کار میاں محمد رفیع سنار گانوی ، شرح جواہر خمسہ ، منہاج العابدین اور محمد حسین بن مخدوم احمد چرم پوش کی " ایک تصنیف " جیسی بلند پایہ کتابیں ان کے مطالعہ میں رہتی تھیں ۔ جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ آخری عمر میں شاہ رکن الدین کا اکثر وقت تصحیح کتب میں گزرتا تھا ۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنے مرشد کی زندگی میں تیس برس تک عیدین کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا[۷]

---

[۵] ایضاً ، ص ۸۵ ، ۸۶ ۔

[۶] سراج الہدایہ قاضی سجاد حسین صدر مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی نے مرتب کی ہے ۔ انھوں نے بہ دلائل ثابت کیا ہے کہ مخدوم جہانیاں کے ملفوظات کا یہ مجموعہ جعلی ہے ۔

[۷] ملفوظات شاہ رکن الدین ، ص ۸۰ ۔

شاہ رکن الدین کی وفات

شاہ صاحب نے جامع ملفوظات کی موجودگی میں بدھ کے روز مورخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۵ء کو وفات پائی۔ آخری وقت ان کی زبان پر اللہ اللہ کا ورد جاری تھا۔ جامع ملفوظات نے ان کے غسل میں شرکت کی۔ شاہ صاحب کو اسی روز نماز مغرب کے بعد سپرد خاک کیا گیا۔

جامع ملفوظات چہلم تک وہاں رُکا اور اپنی روانگی سے قبل اس نے مزار کے گرد چار دیواری تعمیر کروا دی۔

حضرت رکن الدین کی وفات پر کسی شاعر نے ان کی تاریخ وفات ایک رباعی میں کہی تھی:

پاس نفس کہ واپسیں است
در حضرت شیخ رکن الدین است
جان داد بذکر اللہ اللہ = ۱۱۱۷ھ
تاریخ وفات او ازیں است

ایک اور شاعر نے یہ تاریخ کہی تھی:

از سر اتش آن شہ عالی صفات
شادمان جان داد اندر یاد ذات[۸]
۱۱۱۷ھ

جامع ملفوظات

جامع ملفوظات نے ایک جگہ متن میں اپنا نام "فقیر بے تسکین امام الدین شطاری" نے لکھا ہے[۹] وہ بہار کی تاریخی اور روحانی بستی راجگیر کا رہنے والا تھا اور اس نے تیرہ سال شاہ رکن الدین کی صحبت میں گزارے تھے۔ ملفوظات کی ترتیب اور مندرجات دیکھ کر یہ اندازہ

۸۔ ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۱۷۲

۹۔ ایضاً، ص ۱۱۱

ہوتا ہے کہ وہ بڑا پڑھا لکھا شخص تھا۔ اس نے مناہج الشطار کے عنوان سے ایک تصنیف اپنی یادگار چھوڑی ہے۔

جامع ملفوظات نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے حضرت سیف الدین سرہندی سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ حضرت سیف الدین التحیات میں رفع سبابہ کے سخت مخالف تھے اور انھوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی تصنیف کیا تھا۔ جامع ملفوظات کے ساتھ ان کی اسی موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔[10] جامع ملفوظات حضرت عبدالرشید جون پوری سے بھی ملا تھا اور ان سے بھی رفع سبابہ کے مسئلے پر بات چیت کی تھی۔ حضرت عبدالرشید نے اس سے کہا کہ بعض لوگ رفع سبابہ کو واجب، بعض سنت، بعض مکروہ اور بعض حرام لکھتے ہیں، اس لیے انھوں نے اسے ترک کر دیا ہے۔[11]

ملفوظات کا آغاز یکم ربیع الاول ۱۱۰۴ھ سے ہوتا ہے۔ آخری ملفوظہ ۱۸ ماہ جمادی الثانی ۱۱۱۷ھ کو شاہ رکن الدین کی وفات کے دن قلم بند ہوا۔ اس مجموعے میں شاہ رکن الدین کی زندگی کے آخری تیرہ سالوں کے ملفوظات ہیں۔ ان ملفوظات سے اس دور میں بہار کے خانقہی نظام اور اس خطے کی سماجی اور معاشرتی زندگی پر بڑی اچھی روشنی پڑتی ہے۔ اس لیے تاریخ کے طلبا کو ان کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا چاہیے۔

شاہ ابوالفتح شطاری

شاہ رکن الدین کے پردادا شاہ ابوالفتح شطاری کا شمار برعظیم پاک و ہند میں شطاری سلسلے کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ ان کا اصل نام ہدایت اللہ تھا، لیکن وہ اپنی کنیت ابوالفتح اور لقب سرمست کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ اس کا سن ولادت "ہادی سرمست محمدیؐ" سے برآمد ہوتا ہے۔[12] ۸۸۲ھ

---

[10] ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۳۰۔

[11] ایضاً، ص ۴۰۔

[12] ایضاً، ص ۵۔

شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ موصوف بارہ سال کی عمر میں جملہ علوم عقلی و نقلی سے فارغ ہو گئے تھے۔ انھیں اپنے والد بزرگوار محمد معروف المشتہر بہ شاہ قاضی علا رشطاری سے تلمذ تھا۔ حصولِ علم کے بعد انھوں نے دو سال تک طلبا کو درس دیا۔[۱۳]

اسی دوران ان پر جذب غالب آنے لگا۔ ایک روز انھوں نے اپنی تمام کتابیں علما و طلبا میں تقسیم کر دیں اور اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس کی کہ ان پر جذبۂ شوقِ الٰہی غالب آ رہا ہے۔ والد بزرگوار نے فرمایا کہ طے کے روزے رکھو۔ انھوں نے عرض کیا کہ کتنے دن کا طے ہوگا؟ والد بزرگوار نے پوچھا کہ عمر کتنی ہے؟ انھوں نے بتایا کہ وہ چودہ سال کے ہو گئے ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ وہ چودہ دن کا طے کا روزہ رکھیں۔[۱۴]

جب انھیں گیارہ دن گزر گئے تو اتفاق سے سلطان حسین شرقی شاہ قاضی علا رشطاری سے ملنے آیا۔ اس وقت ابو الفتح ایک ستون کے سہارے کھڑے تھے اور ان کی نگاہیں اپنے مرشد کی طرف لگی ہوئی تھیں اور قلب بھی ان کی طرف متوجہ تھا۔ سلطان نے دیکھا کہ ایک نو عمر بچہ بڑا کمزور ہو رہا ہے اور وہ ایک ستون کے سہارے بمشکل کھڑا ہے۔ سلطان کے استفسار پر خادمین نے بتایا کہ وہ شاہ صاحب کے فرزند ہیں اور انھیں چودہ دن طے کا روزہ رکھنے کا حکم ہوا ہے اور ابھی تین دن باقی ہیں۔

سلطان نے شاہ صاحب سے کہا کہ ان سے اتنی چھوٹی عمر میں اتنی سخت ریاضت کیوں کروا رہے ہیں۔ یہ ان کے لیے باعثِ ضرر بن سکتی ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایسی ریاضت باعثِ ضرر نہیں بلکہ باعثِ قوتِ باطن ہوا کرتی ہے۔ یہ جواب سن کر سلطان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ حاضرین کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "سبحان اللہ! خلقت این مردم از عالم بیرون است"۔[۱۵]

چودھویں دن شاہ صاحب نے ابو الفتح کو تلقین فرمائی اور حجرے میں بٹھا دیا۔ تین دن بعد

---

[۱۳] ملفوظات شاہ رکن الدین ص ۱۲۰

[۱۵] ایضاً، ص ۱۲۱

نہیں بلکہ کہا کہ ان کا کام پورا ہو چکا ہے۔ اسی وقت انھیں ابوالفتح کا لقب دیا اور جب وہ اٹھارہ سال کے ہو گئے تو انھیں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شاہ محی الدین کی خانقاہ میں اس پالکی کے تختے موجود تھے جس میں شاہ ابوالفتح سوار ہوا کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ہمایوں نے اس پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔ شاہ علاء الدین نے یہ اہتمام کیا کہ اس پالکی کو اپنی نشست گاہ کے قریب سر سے ذرا بلند مقام پر رکھوا دیا تھا۔ اس زمانے میں یہ بات زبان زد خلائق ہو گئی کہ ہمایوں نے اس پالکی کو کندھا دیا تھا۔ اس پر شاہ علاء الدین نے فرمایا کہ اسے جلا دو، ورنہ دکانداری بن جائے گی۔ حضرت کے فرزند قطب الدین نے عرض کیا کہ پیروں کی سواری ہے اس لیے اسے جلانا مناسب نہیں ہے۔ اگر حکم ہو تو اسے یہاں سے اٹھا دیں۔ شاہ صاحب نے اس کی اجازت دے دی[16]

شاہ ابوالفتح نے ۹۴۶ھ/۱۵۳۹ء میں ۴۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ "محو تجلیات الٰہی" سے تاریخ وفات نکلتی ہے[17]

مشرب شطار

حضرت شاہ رکن الدین فرمایا کرتے تھے کہ شطاری کسی خانوادے کا نام نہیں ہے بلکہ تصوف کے چودہ خانوادوں سے بہرہ یاب ہیں۔ اس لیے شطار مشرب کا نام ہے خانوادے کا نہیں[18]۔ شرح گلشن راز سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر بھی شطاری مشرب کے پیرو تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مشرب شطار میں ذکر جہر بھی ہے اور ذکر خفی بھی۔ اسی طرح وہ ذکر اخفیٰ بھی کرتے ہیں[19]۔ شطاری اسم ذات کا ذکر بلند آواز سے کرتے ہیں۔ صوفیوں کے ہاں حدیث

۱۶؎ ملفوظات شاہ محی الدین، ص ۱۸۔

۱۷؎ ایضاً، ص ۵۵ ۱۸؎ ایضاً، ص ۵۷

۱۹؎ ایضاً، ص ۵۰۔ در مشرب شطار ذکر جہر است، ذکر خفی است، ذکر اخفیٰ است۔ شطاریوں کے ذکر و اذکار اور تعلیمات کے لیے ملاحظہ ہو: راقم الحروف کی تصنیف "وجیہ الدین گجراتی"، مطبوعہ ندوۃ المصنفین، لاہور۔

کی صحت کا کوئی خاص التزام نہیں کیا جاتا، وہ اپنی تائید میں ضعیف ترین احادیث بھی لے لیتے ہیں بلکہ بسا اوقات وضع بھی کر لیتے ہیں۔ حضرت رکن الدین فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام حیات میں جبرئیل مشرب شطاریہ لے کر نازل ہوئے اور انھوں نے حضورؐ کو اس کی تلقین کی [۲۰] (انا للہ وانا الیہ راجعون)

شطاری بزرگوں کے ہاں نماز عشق مروج تھی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھ کر حبس دم کر کے اللہ اللہ کرتے ہیں۔ اسی طرح رکوع اور دوسرے ارکان میں بھی حبس دم کر کے اللہ اللہ کرتے ہیں [۲۱]

نقشبندی مشرب

حضرت رکن الدین فرماتے ہیں کہ نقشبندیوں کے ہاں تین چیزیں ہیں اور یہی ان کا سلوک اور روش ہے: (۱) تصور شیخ، (۲) ذکر، (۳) مراقبہ۔

حضرت رکن الدین کی مجلس میں کبھی کبھی "رسائل نقشبندیاں" پڑھے جاتے تھے۔ جامع ملفوظات نے شیخ سعید نام کے ایک نقشبندی بزرگ کا ذکر کیا ہے جو قلندروں جیسی وضع رکھتے تھے۔ ان کا قیام غازی الدین خان کے لشکر میں تھا اور ان کے مرید ذکر جہر کیا کرتے تھے۔

سلطان فیروز تغلق

سلطان فیروز تغلق مشائخ بہار میں بڑا مقبول تھا۔ مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری کے ملفوظات میں بھی اس کا کئی بار ذکر آیا ہے۔ شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ جب سلطان مذکور بہار آیا تو مخدوم شاہ احمد چرم پوش سے ملنے گیا۔ مخدوم صاحب نے اسے کوئی تعظیم نہ دی۔ جب وہ مخدوم شرف الدین سے ملنے گیا تو انھوں نے اس کا استقبال کیا۔ سلطان نے مخدوم شاہ احمد صاحب کا ہاتھ پکڑ کر آگے چلنے کا اشارہ کیا لیکن حضرت از راہ تواضع سلطان کے پیچھے ہوئے۔ سلطان نے اس موقع پر یہ بیت پڑھی:

---

۲۰ ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۴

۲۱ ایضاً، ص ۱۲

ور پیش روم طریق حاجب　　ور پس بروم چنین است واجب

مخدوم صاحب نے فوراً کہا :

گر پیش روی چراغ راہی　　ور پس بروی جہاں پناہی [۲۲]

حضرت رکن الدین فرماتے ہیں کہ سلطان فیروز شاہ تغلق بڑا اچھا حکمران تھا۔ وہ اشراف کی بڑی عزت کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے ملازموں کو عراق و عرب بھیجا اور وہ حسب ونسب کی تحقیق کے بعد بارہ سیّدوں کو اس کے پاس لائے [۲۳]

ہمایوں

ملفوظات میں ہمایوں کا ذکر کئی بار آیا ہے۔ وہ شیر شاہ کے ساتھ نزاع کے دوران بہار میں مقیم رہا تھا، اس لیے اس نے وہاں کے مشائخ کے ساتھ تعلقات قائم کر لیے تھے۔

شاہ ابوالفتح برعظیم پاک و ہند میں شطاری سلسلے کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔ بہار میں قیام کے دوران ایک بار ہمایوں ان سے ملنے گیا تو اس وقت شاہ صاحب پالکی میں سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ہمایوں نے از راہ عقیدت ان کی پالکی کو کندھا دیا تھا [۲۴] اورنگ زیب کے عہد تک اس پالکی کے تختے شاہ رکن الدین کی خانقاہ میں محفوظ تھے۔ شاہ رکن الدین اپنی گفتگو میں ہمایوں کو ــــ شاہ ولایت دست گاہ ــــ کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے [۲۵]

ہمایوں کے بارے میں ملفوظات کے مطالعہ سے یہ اہم انکشاف ہوا ہے کہ اس نے کوئی وظیفہ پڑھنا شروع کیا تھا جو "خراب" ہو گیا۔ اس سے تفرقہ اور انتشار پیدا ہوا اور وہ بارہ سال کے لیے تخت و تاج سے محروم ہو گیا [۲۶]

---

[۲۲] ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۳۷، ۳۸۔

[۲۳] ایضاً، ص ۳۷

[۲۴] ایضاً، ص ۱۷

[۲۵] ایضاً، ص ۱۲۴

[۲۶] ایضاً، ص ۱۰۲

ابتدائے حال میں ہمایوں نے ایک بار یہ بیت پڑھا :

زغصہ غنچہ صفت تنہ بہ تنہ دلم خونست — کہ باوجود یکے نسبت دوئی چونست

اس پر کسی نے بادشاہ سے کہا کہ اس کے حال میں نسبت دوئی اصلح اور مناسب ہے وہ اس حال سے اسی وقت نکلے گا جب تمام مرادوں سے کنارہ کش ہو جائے گا۔ ہمایوں نے جواب دیا کہ وہ تمام مرادوں سے دست بردار رہتا ہے تاکہ اسے یہ نسبت حاصل ہو جائے۔ شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ یہیں سے تفرقہ کا آغاز ہوا اور وہ بارہ سال تک مہجور رہا ۲۸ے شطاری سلسلے کے بزرگ تسخیر الاسما (عزائم) کا علم جانتے تھے اور حضرت محمد غوث گوالیری اور ان کے برادر بزرگ شیخ پھول نے اس فن میں بڑا نام پیدا کیا تھا۔ اسی وجہ سے ہمایوں کو ان کے ساتھ بڑی عقیدت پیدا ہو گئی تھی ۲۸ے بنا بریں ہمایوں شطاری حلقوں میں مقبول تھا۔

شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ ہمایوں شیخ محمد غوث کے بڑے بھائی شیخ پھول کا مرید تھا۔ ایک بار ہمایوں کی عدم موجودگی میں مرزا ہندال نے انھیں دعوت کے بہانے محل میں بلا کر قتل کروا دیا ۲۹ے

مرزا ہندال

مرزا ہندال کے بارے میں شاہ رکن الدین نے یہ انکشاف کیا ہے کہ وہ صاحب تصرف تھا۔ ایک بار شاہی فیل خانے کا ایک ہاتھی مست ہو گیا تو مرزا ہندال نے حکم دیا کہ اسے ... کر کے اس کے پاس لائیں۔ خدام نے عرض کیا کہ آدمی کی بو سے ہاتھی کی مستی بڑھتی ہے وہ موجودہ حالت میں سواری کے لائق نہیں ہے۔ مرزا نے کہا جیسے بھی ہو اسے اس کے پاس لے آئیں۔ جب خدام اس ہاتھی کو مرزا کے پاس لائے تو اس نے اس کے دانت پکڑ کر

۲۷ے ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۱۰۲

۲۸ے محمد اکرام، رود کوثر، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸، ص ۳۷۔

۲۹ے ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۱۱۴۔

آسنا نہ دوڑگیا کہ ہاتھی تلملا اٹھا اور اپنی جگہ سے نہ ہل سکا۔ مرزا اس کے دانتوں پر پیر رکھ کر اس پر سوار ہوگیا اور ہاتھی کی مستی جاتی رہی۔[۳۰]

شاہ جہان

شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ شاہ جہان نے اپنے والد کے خلاف بغاوت کر دی اور اپنے بھائی خسرو کو قتل کر کے پٹنہ آ پہنچا۔ پٹنہ کے قیام کے دوران وہ کئی درویشوں سے ملا اور ان سے دعا و فاتحہ کی التجا کی۔ شاہ جہان نے ان کی خدمت میں نذریں بھی گزرانیں میاں فیروز نامی ایک درویش نے اسے دہلی کی بادشاہت کی خوشخبری دی تو شاہ جہان نے اس کے لیے ایک مسجد بنوا دی۔[۳۱]

جب شاہ جہان کو شکست ہوئی تو اس نے پٹنہ کے درویشوں سے اس رقم کا مطالبہ کیا جو انھوں نے اس سے بطور نذر لی تھی۔ شاہ بدیع الدین وہ رقم خرچ کر چکے تھے۔ جب شاہ جہان کا امرا اور تقاضا بڑھا تو انھوں نے ادھر ادھر سے رقم جمع کر کے مطالبہ پورا کر دیا۔ باقی درویشوں نے بھی اس نے ایسا ہی معاملہ کیا۔ اس وقت میاں فیروز کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ کسی غلام ہے اور سوختنی لکڑی بیچ کر اپنی گزر بسر کیا کرتا تھا۔ بعد ازاں اس نے سادہ لوح عوام کو لیے درویشی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ شاہ جہان نے اسے تختہ دار پر چڑھا دیا۔[۳۲]

دارا شکوہ

شاہ رکن الدین کے ایک مرید شاہ غریب کا اصل نام روح اللہ تھا اور وہ قلیج خاں کے نواسے تھے۔ درویشی اختیار کرنے سے پہلے موصوف دارا شکوہ کے ملازم تھے۔ جب دارا شکوہ شکست ہوئی تو اس کے بہت سے ملازم اس کا ساتھ چھوڑ کر اورنگ زیب سے مل گئے ان میں روح اللہ بھی شامل تھے۔ اورنگ زیب نے بہادر خاں کوکہ کی نگرانی میں کچھ فوج

۳۰۔ ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۱۱۳

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۱۲

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۱۳

دارا شکوہ کے تعاقب میں بھیجی۔ جب دارا شکوہ پکڑا گیا تو بہادر خاں نے ایک جماعت اس کی نگرانی کے لیے مقرر کی۔ دارا شکوہ کو کھانا کھلانا اور سوار کرانا روح اللہ کے ذمے تھا۔ موصوف اپنے ہاتھ سے کھچڑی پکاتے اور دارا شکوہ کو کھلاتے ۳۳

ایک روز بارش کی وجہ سے کھچڑی بر وقت تیار نہ ہو سکی اور شہزادے کی روانگی میں تاخیر ہو گئی۔ نگران جماعت کے سربراہ نے شہزادے کو برا بھلا کہا۔ اس پر شہزادے نے کہا کہ بادشاہوں کے ساتھ ایسی باتیں نہیں کرتے۔ اس روز شہزادہ بھوکا رہا۔ روح اللہ نے یہ تمام گفتگو سنی اور اپنے دل میں کہا کہ شہزادہ کتنے دبدبے کا مالک تھا اور اب چند ہی روز میں یہ حالت ہو گئی ہے کہ ایک عام آدمی اس کے سامنے گستاخی کرنے لگا ہے اور اب شہزادہ عاجز ترین شخص ہے۔ اس خیال کے دل میں جاگزین ہوتے ہی روح اللہ کا دل دنیا کی طرف سے سرد پڑ گیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد وہ گستاخ افسر اچانک فوت ہو گیا۔ روح اللہ نے یہ دیکھ کر فوج کی ملازمت ترک کر دی اور حضرت رکن الدین کا مرید ہو گیا۔ روح اللہ کی زندگی کے آخری ایام چاٹگام میں گزرے اور وہیں دریائے بھٹنی کے کنارے ان کا مزار ہے ۳۴

شہزادہ شجاع

شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ اورنگ زیب کی تخت نشینی کے وقت بنگال و بہار پر اس کے بڑے بھائی شہزادہ شجاع کا تسلط تھا۔ اس کے جاسوس اس علاقے میں ہر اجنبی شخص پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص باہر سے اس علاقے میں کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کے لیے آتا تو جاسوس اسے گھیر لیتے تھے۔ ایک بار شاہ رکن الدین کے ایک واقف کار حاجی شہرت بہار شریف گئے تو شجاع کے جاسوسوں نے ان سے باز پرس کی ۳۵

اورنگ زیب

شاہ رکن الدین کی محفل میں کسی شخص نے ذکر کیا کہ دکن میں قیام کے دوران اورنگ زیب

---

۳۳ ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۷۸

۳۴ ایضاً، ص ۷۷ ۳۵ ایضاً، ص ۱۴۸

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس کروایا کرتا تھا اور کھانے کے وقت اہلِ مجلس کے ہاتھ خود دھلوایا کرتا تھا۔ ایک شخص نے ہاتھ دھوتے اور دو غرارے بھی کیے۔ بادشاہ نے یہ حرکت دیکھ کر اسے کہا۔ "اگر غسل کی حاجت ہو تو اس سے بھی فارغ ہو جاؤ" ملفوظات میں اورنگ زیب[36] کے نام کے ساتھ ۔ خلد اللہ ظلہ، علی کافۃ المسلمین ۔ جیسا دعائیہ جملہ لکھا ہوا ہے جس سے ہم عصر مذہبی حلقوں میں اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شہزادہ عظیم الشان

شہزادہ عظیم الشان بن شہزادہ معظم بن عالمگیر اورنگ زیب بنگال کا صوبے دار تھا۔ وہاں سے تبدیل ہو کر پٹنہ آیا اور بہار کا گورنر مقرر ہوا۔ اس تقرر کا ذکر ملفوظات میں ملتا ہے[37]۔

شہزادہ محمد سلطان

شہزادہ محمد سلطان حضرت رکن الدین سے عقیدت رکھتا تھا۔ ان کے جہلم کے موقع پر اس نے ان کے مزار پر نصب کرنے کے لیے ایک مخملی شامیانہ بھیجا اور اس کے ساتھ ہی ان کے جانشین محمد شفیع کے لیے دو صد روپے، ایک شال اور خلعت بھیجے۔ شہزادے نے ایک دوشالہ ملا نعمت اللہ کے لیے بھی بھیجا۔ شہزادے کی طرف سے ایک احدی مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے بھی آیا[38]۔

اورنگ زیب کا بیٹا شہزادہ محمد سلطان ۱۰۸۸ھ/۱۶۷۸ء میں فوت ہو گیا تھا۔ اس لیے شہزادہ مذکور کے بارے میں پتا نہیں چل سکا کہ وہ کس کا فرزند تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ شہزادہ محمد سلطان مرحوم کا فرزند ہو اور سہوِ کتابت سے اس کا نام دائرۂ تحریر میں آنے سے رہ گیا اور اس کے والد کا نام قلم بند ہو گیا۔ دراصل یہ عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ شہزادہ محمد سلطان کے فرزند نے ایک مخملی شامیانہ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھیجے۔

---

[36] ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۳۹

[37] ایضاً، ص ۱۱۲

[38] ایضاً، ص ۱۰۴۔۱۰۵

نواب سیف خان

ملفوظات میں نواب سیف خان کا ذکر آیا ہے۔ شاہ رکن الدین اس سے ملے تھے۔ اس ملاقات کے بعد نواب موصوف نے ملا عبداللطیف کے ہاتھ انھیں ایک دوشالہ بھیجا تھا[۳۹]
سیف خان کا اصل نام فقیر اللہ تھا اور یہ وہی شخص ہے جس نے راگ درپن کے نام سے فارسی میں علم موسیقی پر ایک بلند پایہ کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب حال ہی میں دہلی یونیورسٹی سے طبع ہوگئی ہے۔

بابا فرید الدین گنج شکرؒ

ایک دن جامع ملفوظات نے حضرت رکن الدین کی خدمت میں عرض کیا کہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ ہندی زبان میں ذکر کیا کرتے تھے۔ حضرت سے اجازت لے کر جامع ملفوظات نے وہ الفاظ لکھ کر حضرت کو دیے اور ان سے فرمائش کی کہ وہ ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کریں۔ حضرت نے فرمایا: اُھُوْنْ تُوْن اِھُمِیْنْ تُوْن[۴۰]

جناب آصف خان نے — آکھیا بابا فریدؒ نے — میں اس ذکر کی املا کئی طریقوں سے کی ہے[۴۱] شطاری سلسلے کے مشہور بزرگ حضرت محمد غوث گوالیریؒ نے بھی جواہر خمسہ میں بابا فرید کا یہ ذکر نقل کیا ہے۔ شاید جامع ملفوظات نے یہ وہیں سے لیا ہو۔

اردو الفاظ

ملفوظات میں ٹھڑی، چارپائی، کھچڑی، انبہ، کٹھل اور راوٹی جیسے اردو الفاظ ملتے ہیں، جس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت رکن الدین فارسی میں گفتگو کرتے ہوئے ہندی الفاظ بلا تکلف استعمال کرتے تھے۔

صنعتوں کے بارے میں اہم انکشافات

ملفوظات میں "گلیم سیاہ لاہوری" کا ذکر آیا ہے[۴۲] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور یا پنجاب

---

[۳۹] ملفوظات شاہ رکن الدین ص ۱۳۷۔ [۴۰] ایضاً، ص ۱۵۱

[۴۱] آصف خان۔ آکھیا بابا فرید نے، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۷۲

[۴۲] ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۸۷

کے کسی شہر میں کمبل تیار ہوتے تھے اور وہ بہار تک بھیجے جاتے۔ اسی طرح ایک کپڑے کا بھی ذکر آیا ہے جو "قائم خانی" کے نام سے مشہور تھا۔[۴۳]

اہم تاریخی انکشافات

ملفوظات کے مطالعے سے دو اہم علمی انکشافات ہوتے۔ اولاً یہ کہ شیخ پھول کے فرزند مُلّا عبداللہ نے اپنے چچا اور مرشد ثانی شیخ محمد غوث گوالیری کی مشہور تصنیف جواہر خمسہ کی شرح لکھی تھی۔[۴۴] ثانیاً یہ کہ شاہ رکن الدین کے زمانے میں ایک رسالہ علمی حلقوں میں متداول تھا جس میں ہمایوں سے حکومت چھیننے اور شیر شاہ کو تخت و تاج ملنے کا ذکر تھا۔[۴۵] افسوس کہ آج یہ اہم تاریخی دستاویز کہیں موجود نہیں ہے۔

ہندو راجے کا انصاف

شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ انھوں نے ایک سال راجہ بیر بھان کی ریاست میں گزارا۔ وہ بڑا عادل اور اوصافِ حمیدہ کا مالک تھا۔ اتفاق سے ایک بار اس کی ریاست میں مسلمانوں کی زمین سے پانصد من سونا نکلا۔ راجہ کے اہل کاروں نے اسے اطلاع دی۔ اس نے کہا کہ وہ تمام مسلمانوں کو دے دیں۔ اس پر ان کا حق ہے۔ اہل کار ایسا کرنے سے پس و پیش کرنے لگے تو راجہ نے کہا کہ اگر انھوں نے وہ سونا مسلمانوں کو نہ دیا تو وہ زہر کھا لے گا۔ مجبوراً اہل کاروں نے حکم کی تعمیل کی۔[۴۶]

کتاب کی قدر

عبدالرحیم سور کے پاس معدن الاسرار کا ایک صحیح نسخہ تھا۔ جب راجہ مان سنگھ نے اس کا گھر لوٹا تو سامان کے ساتھ کتابیں بھی لے گیا۔ راجہ کو حضرت شاہ تاج شطاری کے ایک مرید شیخ برہ

---

۴۳ ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۸۶

۴۴ ایضاً، ص ۱۱۹

۴۵ ایضاً، ص ۱۲۳

۴۶ ایضاً، ص ۱۲۴

کے ساتھ بڑی عقیدت تھی۔ اس نے وہ کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ شیخ برمزید نے معدن الاسرار کے علاوہ باقی تمام کتابیں راجہ صاحب کو واپس کر دیں۔

جب عبدالرحیم کے قدم جمے تو اسے علم ہوا کہ معدن الاسرار شیخ برمزید کے پاس ہے۔ اس نے ان سے وہ نسخہ طلب کیا۔ شیخ مذکور نے جواب دیا کہ اس کتاب میں ان کے پیروں کے حالات ہیں لہٰذا وہ یہ کتاب اسے نہیں دیں گے۔ عبدالرحیم نے شاہ علاء الدین سے التماس کی تو انھوں نے معدن الاسرار کا اصل نسخہ عبدالرحیم کو بھجوا دیا اور اس کی نقل شیخ برمزید کو دے دی۔[۴۷]

علم کلام کا اہم مسئلہ

حضرت رکن الدین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے طور سینا پر حضرت موسیٰ ؑ سے بے حرف و بے صوت کلام کیا تھا اور حضرت موسیٰ نے با حرف و با صوت سنا تھا لیکن شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت سے بے حرف و بے صوت کلام فرمایا اور آپ ؐ نے بھی بے حرف و بے صوت سنا تھا۔[۴۸]

سخاوت کی حد

حضرت رکن الدین فرمایا کرتے تھے کہ اگر دنیا و عقبیٰ کی تمام نعمتوں کا ایک لقمہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کسی کے منہ میں دے دیں تو یہ اسراف نہ ہوگا۔[۴۹]

بنگال کے بارے میں تاثر

ایک دن جامع ملفوظات کی موجودگی میں شاہ رکن الدین کھانا تناول فرما رہے تھے۔ دسترخوان پر دوسرے لوازمات کے علاوہ گھی بھی موجود تھا۔ حضرت نے گھی کی تعریف کی۔ جامع ملفوظات نے کہا کہ اس نے سنار گاؤں میں شیخ محمد افضل کے دسترخوان پر جیسا گھی دیکھا تھا ویسا پھر کبھی نہیں دیکھا۔ سنا ہے کہ درکمن شاہ پور میں ایسا ہی عمدہ گھی ہوتا ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا:

۴۷۔ ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۶۲، ۶۳

۴۸۔ ایضاً، ص ۷۲ — اللہ تعالیٰ با حضرت موسیٰ برکوہ طور کلام بے حرف و بے صوت گفت، اما حضرت موسیٰ با حرف و با صوت شنیدند۔ در شب معراج با پیغمبر کلام بے حرف و صوت بود و شنیدن پیغمبر ہم بے حرف و صوت شد۔

۴۹۔ ایضاً، ص ۲۸

در بنگالہ ہیچ چیز را لذت نے شود مگر خوبی روغن امروز از شما شنیدہ شدہ[۵۰]

بنگال میں کسی چیز میں لذت نہیں ہوتی مگر گھی کی خوبی آج ہی تم سے سنی ہے ۔

وجوب جمعہ کے بارے میں فقہی مسئلہ

حضرت رکن الدین فرماتے ہیں کہ دیہاتوں میں نماز جمعہ بغیر سلطان کے نائب کی اجازت کے جائز نہیں ہے ۔ البتہ نائب سلطان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کون ہے؟ قاضی خود کو نائب سلطان سمجھتا ہے اور صدر بھی نائب ہونے کا دعوے دار ہے ۔ اسی طرح صوبے دار بھی سلطان کا نائب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک صوبے دار ہی نائب سلطان ہے[۵۱]۔

ایک عارفانہ بات

حضرت رکن الدین فرماتے ہیں کہ ایک دیوانہ دیوار کے سائے میں بیٹھا کرتا تھا اور کبھی کبھی اس پر چڑھ کر بھی بیٹھ جاتا تھا ۔ ایک دن وہ دیوار گر گئی تو دیوانہ خوشی کے مارے رقص کرنے لگا ۔ لوگوں نے اس سے کہا "ارے پاگل! تیرا تو نقصان ہو گیا ہے ۔ تجھے اس دیوار سے فائدہ پہنچا کرتا تھا، تو خوش ہو رہا ہے ۔ اس میں خوشی کی بھلا کون سی بات ہے؟ دیوانے نے کہا "خوشی اس بات کی ہے کہ وہ اس طرف کو گری ہے جس طرف وہ مائل تھی اور میں جس طرف مائل ہوں میں بھی اسی طرف گروں گا"[۵۲]

ایک انوکھی منطق

حضرت رکن الدین فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نماز ادا کر رہے تھے ۔ حضرت علیؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "نماز ادا کر رہے ہیں ۔ تم بھی آجاؤ" حضرت علی کہنے لگے کہ وہ اپنے باپ سے اجازت لے کر نماز میں شریک ہوں گے ۔ چنانچہ حضرت علی گھر جانے کے لیے ابھی چار قدم ہی چلے تھے کہ انھیں یاد آگیا کہ ان کے والد نے ان سے یہ کہا تھا کہ حضورؐ انھیں جس بات کا حکم دیں، وہ اس کی تعمیل کریں ۔ حضرت علی فوراً پلٹے اور نماز میں شریک ہو گئے ۔ شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ یہ چار قدم پیچھے ہٹنے سے ہی خلافت میں ان کا چوتھا نمبر ہو گیا[۵۳]

---

[۵۰] ملفوظات شاہ رکن الدین، ص ۲۳ ۔ [۵۱] ایضاً ص ۷۰، [۵۲] ایضاً ص ۵۴ ۔

یاگری

قرون وسطیٰ میں مرتب ہونے والے ملفوظات میں کیمیاگری کا بڑا ذکر آتا ہے۔ حضرت
ن الدین کے ملفوظات میں بھی سیّد مبارک کیمیاگر کا ذکر آیا ہے جو برگ تنبول کو ورق طلا بنادیتا تھا۔[۵۴]

ارگاؤں کا ایک کتاب خانہ

ایک دن حضرت رکن الدین اپنے متوسلین کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اتفاق
جامع ملفوظات بھی وہاں موجود تھے۔ انھوں نے سنارگاؤں کے ایک بزرگ شیخ محمد افضل
لر کیا اور ان کے کتاب خانے کی بڑی تعریف کی[۵۵] سنارگاؤں مدتوں تک اہلِ علم و فضل کا
ز رہا ہے، اس لیے وہاں ایک بڑے کتاب خانے کی موجودگی چنداں باعثِ حیرت نہیں۔

لولی کا چلن

سلطان بہلول لودھی (۱۴۵۱ء - ۱۴۸۹ء) نے تانبے کے سکے رائج کیے تھے جو اس کے نام
نا سبت سے بہلولی کہلاتے تھے۔ دو صدیاں گزر جانے کے بعد ہنوز اورنگ زیب کے عہد
ں یہ سکے بہار میں مروّج تھے۔[۵۶]

ند تاریخی اغلاط

جامع ملفوظات نے شاہجہان کی بغاوت کے ضمن میں یہ لکھا ہے کہ اس نے شہزادہ
ویز کو مروا ڈالا تھا۔[۵۷] یہاں اس سے سہو ہوا ہے۔ پرویز کی بجائے خسرو ہونا چاہیے تھا۔
ی طرح اس نے شہزادہ عظیم الشان کا نام شہزادہ محمد عظیم الدین لکھا ہے[۵۸] جو صحیح نہیں ہے۔
ضرت رکن الدین کی وفات (۱۷۰۵ء) کے ضمن میں شہزادہ محمد سلطان کا ذکر آیا ہے، حالانکہ وہ
۱۶۷۶ء میں فوت ہو چکا تھا۔ یہاں اس کے کسی فرزند کا نام ہونا چاہیے۔ ۱۷۰۵ء میں
رنگ زیب کے پوتوں میں بہرحال محمد سلطان نام کا کوئی شہزادہ بقید حیات نہیں تھا، اس لیے
امع ملفوظات کو اشتباہ ہوا ہے۔

---

۵۴ ملفوظات شاہ رکن الدین ص ۳۰

۵۵ ایضاً ص ۱۹۔ ۵۶ ایضاً ۷۹

۵۷،۵۸ ایضاً ص ۱۱۲